ایٹمی صلاحیت اور قرضوں کا شکنجہ

منشورات

دسمبر 1998

فیسر خورشید احمد

profkhurshidahmad.com all rights reserved

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج پاکستانی قوم اور اس کی قیادت تاریخ کے ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑی ہے--- جو فیصلہ آج کیا جائے گا' اس کے بڑے دور رس اثرات پاکستان اور امت مسلمہ کے مستقبل پر مرتب ہوں گے۔ اس میں کچھ بھی مبالغہ نہیں کہ اکیسویں صدی میں ان کے رول کا انحصار بڑی حد تک اس فیصلے پر ہو گا۔ وزیراعظم کا دورہ امریکہ اور ۲ دسمبر ۱۹۹۸ کو صدر کلنٹن سے ملاقات' فیصلے کے اس عمل کی ایک اہم کڑی ہے۔ یہ تاریخ کا ایک ایسا ہی لمحہ ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ایک لمحے کی غلطی صدیوں کی راہ کھوٹی کر دیتی ہے۔

یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ را ہم دور شد

اصل مسئلہ چار یا پانچ بلین ڈالر کے نئے قرضے یا پرانے قرضوں کی الٹ پلٹ کا نہیں۔ معاشی اور عسکری پابندیوں کی جزوی تخفیف یا کلی تنسیخ کا بھی نہیں' ایف ۱۶ لڑاکا طیاروں کا حصول یا ایک عشرے سے گروی رکھی ہوئی رقم کی بازیافت کا بھی نہیں۔ یہ سب تو زیادہ سے زیادہ اصل مسئلے کے جزوی اور ضمنی پہلو کہے جا سکتے ہیں۔ اصل سوال پاکستان کی آزادی اور سلامتی' اس کے نظریاتی تشخص اور اس کے تحفظ اور ترقی کے لیے ضروری قوت کے حصول' اس کے استحکام اور اپنی نظریاتی' دینی' سیاسی اور تہذیبی ترجیحات کی روشنی میں اپنے مستقبل کی تعمیر اور ملت اسلامیہ کے مستقبل کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرنے کی صلاحیت اور لیاقت کا ہے۔ معاملہ بھارت کا ہو یا امریکہ کا--- اصل مسئلہ یہی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ برعظیم کے تین چوتھائی سے زیادہ رقبے اور آبادی پر اقتدار کے باوجود بھارت نے پاکستان کو ایک آزاد اسلامی ملک کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا اور آج تک دو قومی نظریے کے خلاف اعلان جنگ کیے ہوئے ہے حالانکہ کانگریس نے اسی نظریے

کی بنیاد پر ملک کی تقسیم کے نظام کو تسلیم کیا تھا۔ مشرقی پاکستان کو کھونے میں ہماری اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کا بھی دخل ہے مگر بھارت نے بقول اندرا گاندھی صرف دو قومی نظریے کو خلیج بنگال میں ڈبو دینے کے لیے وہاں فوجی یورش کی اور دنیا نے اس کھلی جارحیت کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لیا۔ کشمیر پر بھارتی قبضے کا بھی یہی "جواز" ہے کہ "ہم دو قومی نظریے کو تسلیم نہیں کر سکتے"۔ بھارت کی ہر قیادت اس امر کا کھلے بندوں اعلان کر رہی ہے کہ "ہم پاکستان اور چین سے مسلسل نبرد آزما ہیں اور ان دونوں دشمنوں کے مقابلے میں ہماری سلامتی کے لیے نیوکلیر ہتھیار بندی اور ہمہ وقتی تیاری ناگزیر ہے"۔

اس کا اعلان بی جے پی کے وزیر اعظم اور وزیر داخلہ ہی نے نہیں کیا بلکہ کھلے لفظوں میں بھارتی حکومت کے "دماغ" اور سفارت کار جسونت سنگھ نے مشہور امریکی رسالے فارن افیرز (Foreign Affairs, vol 77, No. 5, Sept / Oct 1998) میں اپنے مضمون Against Nuclear Apartheid میں کیا ہے جو بھارت کے نیوکلیر ڈاکٹرائن (doctrine) کا واضح ترین بیان ہے۔

امریکہ کی پوزیشن کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے امریکہ کے ساتھ دوستی کے لیے سب کچھ قربان کر دیا لیکن امریکہ نے ۱۹۶۲ میں بھارت چین جنگ سے لے کر مئی ۱۹۹۸ کے تجربات کے نام پر معاشی اور عسکری پابندیوں تک جو رویہ اختیار کیا ہے اس سے تین باتیں بالکل صاف طور پر سامنے آتی ہیں:

اول: امریکہ نہایت ناقابل اعتماد دوست ہے۔ وہ کبھی وقت پر کام نہیں آیا اور اس کے کسی وعدے اور تحفظ یا مدد کے کسی معاہدے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

دوم: امریکہ کا اصل جھکاؤ بھارت کی طرف رہا ہے۔ آزمائش کے ہر موقع پر اس نے بھارت کے مفاد کو پاکستان کے مفاد پر ترجیح دی ہے۔ وہ اپنے عالمی سیاسی نقشے میں اس علاقے کے لیے بھارت کی بالادستی کو ضروری سمجھتا ہے۔ اور ہمیں بھارت کے خورد (اصطلاحی چھوٹے بھائی) کے طور پر تو زندہ دیکھنا چاہتا ہے مگر ہماری کسی ایسی حیثیت کو برداشت کرنے کو تیار نہیں جس میں ہم خود اپنے معاملات کو سنبھالنے اور اپنا منفرد کردار ادا کرنے کے لائق ہوں۔

سوم: امریکہ اور مغربی اقوام کو جو اعصابی خطرہ اسلام اور عالم اسلام سے ہے اس کی وجہ سے وہ پاکستان کو اتنا کمزور رکھنا چاہتا ہے کہ یہ ملک کبھی بھی اسلامی اتحاد کے لیے محور اور مرکز نہ بن سکے۔ اس مقصد کے لیے عالم عرب کے قلب میں اسرائیل کے خنجر کو پیوست کیا گیا ہے اور اسے اتنا مضبوط کیا گیا ہے کہ وہ پورے عالم عرب پر عسکری اور معاشی اعتبار سے غالب رہے اور مقابلے کی کوئی قوت پیدا نہ ہونے پائے۔ ترکی میں اسلامی قوتوں کو اس طرح قابو میں کیا جائے کہ ترکی اور اسرائیل ایک سیکولر ایجنڈے پر مل کر عمل کر سکیں۔ جس ملک میں بھی تھوڑی سی آزادی کی خواہش ہو' خواہ وہ ایران ہو' لیبیا ہو' عراق ہو یا کوئی اور' اسے اس طرح دبا دیا جائے کہ وہ اس رنگ میں بھنگ نہ ڈال سکے۔ وسطی ایشیا کی آزادی کے بعد وہاں بھی ایسے حالات پیدا کیے جا رہے ہیں کہ پاکستان' ایران اور ترکی سے لے کر وسط ایشیا تک مسلمانوں کا ایک بلاک وجود میں نہ آسکے اور اس پورے علاقے کو روس اور یورپ ہی سے منسلک رکھا جائے۔ اس تناظر میں پاکستان کا ایک ایٹمی صلاحیت کا حامل ملک بننا سب سے زیادہ ناگوار اور مستقبل کے اس پورے نقشے کو تہ و بالا کرنے والا عامل سمجھا جا رہا ہے۔

ان تاریخی نتائج کی روشنی میں اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ امریکہ' اسرائیل اور مغربی اقوام کی نگاہ میں اصل خطرہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت اور معاشی ترقی سے ہے۔ بھارت کی ایٹمی حیثیت اس نقشے کے مطابق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۶۴ میں جب چین نے ایٹمی صلاحیت حاصل کر لی تو بھارت کو ایٹمی طاقت بنانے کے منصوبے پر کام شروع ہو گیا اور اس میں امریکہ' اسرائیل' کینیڈا' فرانس اور روس نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ کے بھارتی دھماکے پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا گیا۔ ۱۹۹۸ کے دھماکوں کے لیے بھی فضا کو سازگار بنایا گیا اور ۲۸ مئی کو پاکستانی دھماکے تک بھارت کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ سارا غصہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت پر ہے اور اس کو قابو میں کرنا اصل ہدف ہے۔ معاشی دباؤ کا ہتھیار بھی اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ دیکھا جائے معاشی پابندیوں کا آغاز جون ۱۹۹۸ میں نہیں ہوا۔ یہ سلسلہ تو ۱۹۷۶ سے مختلف شکلوں میں جاری ہے اور اس وقت جو تخفیف کی جا رہی ہے اس کا مقصد بھی پاکستان کو معاشی بحران سے نکالنا نہیں بلکہ ایک

طرف اپنی زرعی اور صنعتی لابی کی ضروریات پوری کرنا ہے اور دوسری طرف پاکستان کو مسلسل ایک ایسی حالت میں رکھنا ہے کہ وہ امریکہ اور مغربی اقوام کا محتاج رہے' اس کی معیشت برابر ایک طرح کے آکسیجن ٹینٹ میں رہے اور یہ اقدام اسے اتنی آکسیجن دیتے رہیں کہ یہ مرد بیمار بس زندہ رہے اور مزید آکسیجن کی طلب کرتا رہے۔

اصل مسئلہ محض جوہری تجربات پر پابندی کے جامع معاہدے (CTBT) پر دستخط نہیں اور ورلڈ بنک' آئی ایم ایف اور عالمی ساہو کاروں کے چنگل سے وقتی گلو خلاصی (bail out) کا اہتمام نہیں بلکہ ملک کے اس وژن (vision) کی روشنی میں جو پاکستان کے قیام کا محرک تھا اس کے حقیقی مقام کا تعین' اور اس وژن کے مطابق اس کی سلامتی اور استحکام کا بندوبست ہے۔

یہ بات اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جوہری تجربات پر پابندی کا معاہدہ کوئی مستقل بالذات اور خودکار معاملہ نہیں۔ یہ ایک جامع اور مربوط عالمی ایٹمی نظریے (ڈاکٹرائن) کا کلیدی حصہ ہے۔ اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ محض اس معاہدے پر دستخط کر کے معاملہ طے ہو جائے گا تو اس سے بڑی حماقت اور عاقبت نااندیشی کا تصور محال ہے۔ اصل مقصد پوری دنیا پر پانچ ایٹمی ہتھیار بردار ممالک اور خصوصیت سے امریکہ کی بالادستی کا قیام اور اس برتری کی حفاظت ہے اور خصوصیت سے پورے عالم اسلام کو مستقلاً اس صلاحیت سے محروم رکھنا ہے۔ امریکہ کی جوہری چھتری شمالی اور جنوبی امریکہ کے ساتھ یورپ اور جاپان تک کو اپنی امان میں لیے ہوئے ہے۔ روسی چھتری' روس کی ساری کمزوریوں کے باوجود نصف یورپ اور ایشیا پر تنی ہوئی ہے۔ چین اپنی حفاظت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یورپ میں انگلستان اور فرانس اپنی اپنی چھتری رکھتے ہیں اور بھارت نے وہ قوت فراہم کر لی ہے جو اسے اس علاقے میں بالادستی دے سکے۔ وہ جس نیوکلیر ڈاکٹرائن پر کھلے بندوں کام کر رہا ہے' وہ یہ ہے کہ ۲۰۳۰ تک وہ چین کا مقابلہ کر سکے اور ایشیا پر اپنا سلامتی کا نظام مسلط کر سکے۔ اگر سلامتی کے نظام سے کوئی علاقہ محروم ہے تو وہ عالم اسلام ہے جو مراکش سے ملائیشیا تک اس صلاحیت سے محروم اور اپنے دفاع کے لیے دوسروں کا

دست نگر ہے۔ سب سے زیادہ زبوں حالت عالم عرب کی ہے جو بے پناہ مالی وسائل کے باوجود نہ روایتی جنگی ہتھیاروں کے باب میں اور نہ جوہری صلاحیت کے اعتبار سے کسی مقام پر ہے۔ ان کی آزادی اور سلامتی ایک دھاگے پر منحصر ہے جسے اسرائیل اور امریکہ جس لمحہ چاہیں کاٹ سکتے ہیں۔ ان حالات میں مستقبل کی اگر کوئی امید ہے تو وہ پاکستان سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسی' معاشی اور اخلاقی سارا دباؤ پاکستان ہی پر ہے اور اسے چارہ اور چابک (carrot and stick) کے دونوں ہتھیاروں سے رام کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

پاکستان کے ایٹمی تجربے کے بعد پی -۵ یعنی سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ارکان' جی-۸ یعنی آٹھ مغربی ترقی یافتہ ممالک اور خود سلامتی کونسل کی قراردادوں میں صاف الفاظ میں کہا گیا ہے کہ تجربہ نہ کرنے کے معاہدے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل اقدام ضروری ہیں:

۱۔ نیوکلیر عدم پھیلاؤ کے معاہدے (NPT) میں شمولیت۔

۲۔ جوہری مادے کی افزونی پر پابندی اور اس کے معاہدے میں شمولیت اور نگرانی کے نظام کی پابندی۔

۳۔ میزائل ٹکنالوجی پر قدغن کے معاہدے کو تسلیم کرنا اور نشانے تک پہنچنے (delivery) کے نظام کی تحدید اور نگرانی کا اقرار۔

۴۔ جوہری مادے کے ہتھیار بنانے' (weaponization) ان کی تصغیر (miniaturisation) اور تنصیب (deployment) سے احتراز۔

۵۔ جو صلاحیت موجود ہے اسے بھی ایک بااختیار منضبط نظام (Command and Control System) میں لانا۔

امریکہ اور مغربی اقوام کی نگاہ میں یہ تمام ایک غیر منقسم ایٹمی ڈاکٹرائن کا حصہ ہیں۔ اس وقت تک ہم مکمل طور پر اس نظام سے باہر ہیں اور قانونی اور اخلاقی طور پر ہم نے آج تک جو کچھ کیا ہے' عالمی واویلے کے باوجود وہ ہمارا قانونی اور اخلاقی حق ہے۔ ہم نے کسی عالمی معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔ لیکن ایک بار ہم اس نظام کا حصہ بن جاتے

ہیں تو پھر ہم اس کے پابند اور اسیر ہوں گے اور اس جال سے نہ نکل سکیں گے۔ جو حشر آج عراق کا ہو رہا ہے اور جس کی دھمکیاں شمالی کوریا کو بھی دی گئی ہیں' وہی حشر ہر اس ملک کا ہو سکتا ہے جو اس دام میں گرفتار ہو کر اپنی آزادی کی کوئی کوشش کرے۔

سی ٹی بی ٹی اس عالمی جال کا پہلا مرحلہ ہے۔ اگر ہمیں اس جال سے بچنا ہے تو اس پہلے قدم سے بچنا ہو گا۔ اگر اس میں ہم ایک بار پھنس گئے تو پھر ہمیں مجبوراً اور گھٹ گھٹ کر پورے جال میں اترنا ہو گا۔ یہ کوئی خیالی واہمہ نہیں۔ ۴ر جون 1998 کو جنیوا میں پی-۵ کے وزرائے خارجہ نے جو اعلامیہ جاری کیا ہے اس کی شق ۳ اور ۴ میں صاف الفاظ میں کہا گیا ہے:

"پانچوں طاقتوں نے عہد کیا ہے کہ وہ پاکستان اور بھارت کو سی ٹی بی ٹی کی غیر مشروط تصدیق' جوہری مواد کی تیاری منقطع کرنے کے سمجھوتے (FMCT)' میزائلوں کی تنصیب بند کرانے اور جوہری آلات اور ایٹمی ٹیکنالوجی کی برآمد رکوانے پر مجبور کریں گے خواہ اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے (شق ۳) نیز پانچوں نے وعدہ کیا کہ "ہم پاکستان اور بھارت سے ایٹمی پھیلاؤ کے سمجھوتے (NPT) پر فوری دستخط لیں گے۔ نیز دونوں ممالک کے لیے این پی ٹی کے مسودے میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کی جائے گی" (شق ۴) (۱۶۷۳/ ۱۹۹۸ء)

اس یادداشت کی روشنی میں سلامتی کونسل نے ۶ جون 1998 قرارداد ۱۱۷۲ منظور کی جس میں ۱۷ شقیں ہیں اور ان میں ۱۰ سے ۱۳ شقوں میں صاف الفاظ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان اور بھارت جوہری ہتھیاروں کی ترقی فوراً روک دیں۔ جوہری ہتھیاروں کو ہدف تک لے جانے والے میزائلوں کی تنصیب' جوہری مواد کی تیاری' جوہری آلات کی برآمد نہ کرنے اور ٹکنالوجی کو وسعت نہ دینے کی یقین دہانی کرانے اور این پی ٹی اور سی ٹی بی ٹی پر بلا تاخیر اور غیر مشروط دستخط کے لیے بھرپور دباؤ ڈالا جائے۔

پھر ۱۲ جون کو لندن میں جی-۸ نے انھی مطالبوں کا اعادہ کیا۔ جب وزیر اعظم پاکستان نے ۲۳ر ستمبر کو اقوام متحدہ میں تاریخ کے تعین کے بغیر سی ٹی بی ٹی کے احترام اور اسے عملاً قبول کرنے کی ضمانت دی' تو اگلے ہی دن امریکی وزیر خارجہ البرائٹ نے صاف الفاظ میں کہا

کہ مسئلہ صرف سی ٹی بی ٹی نہیں بلکہ پورے ایٹمی نظام کو قبول کرنا اور اس کی پابندی کرنا ہے۔ امریکہ کے سلامتی کے مشیر سنڈی برگر (Sundy Berger) نے بھی اس کا اعادہ کیا۔ اور امریکی نائب وزیر خارجہ اسٹوب ٹالبوٹ (Stobe Talbot) نے ۱۳ نومبر کو ورلڈ نیٹ ورک پروگرام میں جنوبی ایشیا میں امن و سلامتی (Peace & Security in South Asia) کے موضوع پر اپنے نقطہ نظر کو پیش کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ ایک بار پھر بہت ہی صاف لفظوں میں ایٹمی تجربات مکمل طور پر لپیٹ دینے (roll beke) کو اصل ہدف قرار دیا ہے بلکہ سی ٹی بی ٹی کے حوالے سے پہلی بار صاف لفظوں میں کہا ہے کہ اس کے تحت صرف تجربات کے مقامات (test sites) ہی کا نہیں تمام ایٹمی مقامات (nuclear sites) کا معائنہ کیا جا سکتا ہے حالانکہ اصل معاہدے میں ذکر test اور explosion کا ہے لیکن چونکہ test اور explosion کی صاف لفظوں میں تعریف نہیں کی گئی اس لیے ٹالبوٹ کے اس اعتراف سے بلی تھیلے سے باہر آگئی ہے جبکہ ہمارے سیاست دان اور سائنس دان معاہدے کے ظاہری الفاظ کے سہارے یہی وعدے کر رہے ہیں کہ ایٹمی مقامات کا معائنہ نہیں ہو سکتا (ملاحظہ ہو دی مسلم کا اداریہ Dynamics U.S and South Asian Nuclear ۱۶ نومبر ۹۸)۔

یہ بات ناقابل تردید حقائق کی روشنی میں ثابت ہے کہ سی ٹی بی ٹی ایک مکمل اور غیر منقسم ایٹمی نظام کا عنوان اور اس کا صرف ایک حصہ ہے۔ فیصلے کا وقت آج ہے کہ ہم اس نظام میں اپنی گردن پھنسانے اور اس کے نتیجے میں اپنے ہاتھ پاؤں کٹوانے کے لیے تیار ہیں یا ہر قیمت پر اپنی آزادی نے اپنی ملکی سلامتی اور اپنی عزت کے لیے اپنی جوہری صلاحیت پر قائم اور اس کی حسب ضرورت ترقی اور استحکام پر قدرت رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر اس ملک کو اپنی آزادی اور سلامتی عزیز ہے تو آج یہ طے کرنا ہو گا کہ کسی قیمت اور کسی لالچ پر ہم اس استعماری نظام کی غلامی قبول نہیں کریں گے اور صرف اللہ کے بھروسے پر' اپنی قوم پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا راستہ اختیار کریں گے۔ اگر کسی موہوم وعدے اور کسی وقتی مصلحت کی بنا پر آج ہم اس شکنجے میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو پھر اس نئی غلامی سے نجات مشکل ہو گی۔

سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہ کرنے کے سلسلے میں ہماری سب سے مضبوط اور ناقابل تسخیر دلیل تو یہی ہے کہ وہ ایک مربوط نظام کا حصہ ہے اور "گربہ کشتن روز اول" کے اصول پر اگر اس پہلے ہی قدم پر ہم نے اپنے راستے کو جدا نہ کیا تو پھر ہم طوعاً و کرہاً اس نظام کے اسیر ہونے سے بچ نہ سکیں گے اور آخر کار صورت حال ہماری جوہری صلاحیت کے انجماد' تخفیف اور محرومی پر منتج ہو گی۔ اگر اس انجام سے بچنا ہے تو آج ہمت' جرات اور خود اعتمادی کا مظاہرہ کریں اور اس کی قیمت دینے کے لیے خود بھی تیار ہوں اور قوم کو بھی تیار کریں۔ یہ سراسر خود فریبی اور دھوکے کا راستہ ہے کہ ہم دستخط بھی کر دیں گے اور اپنی جوہری صلاحیت کو محفوظ بھی رکھ لیں گے۔ پاکستان کی سلامتی کے متعدد پہلو ہیں اور ان میں سے ہر ایک یعنی عسکری سلامتی' معاشی سلامتی' نظریاتی سلامتی اور تہذیبی سلامتی سب بے حد اہم اور ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ لیکن بلاشبہ اس کا پہلا دروازہ عسکری سلامتی ہے اور اس میں کسی دراڑ کو راہ پانے دینا قومی خودکشی اور خود اپنے ہاتھوں اپنے وجود کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہو گا۔ اس قومی سلامتی کی اہمیت بھارت کے خطرے کے ادراک (threat perception) کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے مستقبل کی تعمیر میں پاکستان کے کردار سے ہے۔ یہ دونوں پہلو ہمیشہ ہمارے سامنے رہنے چاہییں۔ اس پس منظر میں ہماری جوہری صلاحیت اور مستقبل میں اس کی ترقی و استحکام غیر معمولی اہمیت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اس کام کو انجام دینے کے لیے جوہری تجربے کے دروازوں کو بند کر دینا ایک ایسی مجرمانہ غداری ہو گی جس کی تلافی کبھی ممکن نہ ہو گی۔

ایک لابی کی طرف سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ آیندہ تجربات کے بغیر بھی ہم اپنی سد جارحیت صلاحیت کو باقی رکھ سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند محترم سائنس دانوں کا نام بھی آ گیا ہے اس لیے کسی کی رائے کی تحقیر کے بغیر ہم اس ملک کی سائنسی اور سیاسی قیادت سے عرض کریں گے کہ اس مسئلے پر کھلے دل سے غور کریں اور کسی خوش فہمی یا غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

ہم جوہری صلاحیت کے ابتدائی مرحلے میں ہیں۔ الحمدللہ ہم نے بنیادی صلاحیت

حاصل بھی کرلی ہے اور اس کا کامیاب مظاہرہ بھی کر دیا ہے جس پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان تمام افراد اور اداروں کی خدمات کے معترف ہیں جنھوں نے اس کارنامے کو انجام دینے میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ لیکن ہمیں اس ناقابل تردید تاریخی حقیقت کو سامنے رکھنا چاہیے کہ جہاں اسلحے کی دوڑ ایک خسارے کا سودا ہے اور محض تفاخر کی خاطر اس خطرناک کھیل میں ہرگز شریک نہیں ہونا چاہیے' وہیں مقابلے کی قوت اور کم سے کم ضروری سدجارحیت (minimum credible deterrent) قومی سلامتی کے تحفظ کے لیے ضروری ہیں۔ قوت اور سدجارحیت کوئی جامد (static) تصور نہیں بلکہ حرکی (dynamic) تصور ہے جس کے لیے مدمقابل کی صلاحیت--- حملہ کرنے کی اور حملہ سہنے کی--- کو سامنے رکھ کر ضروری حدود کا تعین کیا جاتا ہے۔ اگر ہم اسرائیل کے خطرے کو نظرانداز بھی کر دیں (جو ہماری نگاہ میں غیردانش مندی ہو گی) تب بھی بھارت کے خطرے کو تو کسی صورت میں بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

بھارت نے اپنے نیوکلیر ڈاکٹرائن کا صاف لفظوں میں اعلان کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ بھارت ایک نیوکلیر اسلحہ بردار ملک ہے اور یہ ناقابل تبدیل ہے۔ جسونت سنگھ فارن افیرز (ستمبر' اکتوبر ۱۹۹۸' ص ۴۶-۵۱) میں اس نئے نظام (paradigm) کے مختلف پہلو واضح کرتا ہے:

- آج بھارت ایک ایٹمی اسلحہ رکھنے والی ریاست ہے (ص ۴۶)۔
- بھارت نے اپنے ایٹمی فیصلے ہمیشہ قومی مفادات کے پیش نظر کیے ہیں جنھیں ہمیشہ قومی اتفاق رائے کی حمایت حاصل رہی (ص ۴۶)۔
- بھارت ماضی کی غیر حقیقت پسندی ترک کر کے اب کچھ حقیقت پسند ہوا ہے' جب کہ باقی دنیا نے اپنے ایٹمی فیصلے مکمل حقیقت پسندی کی بنیاد پر کیے ہیں (ص ۴۷)۔
- بھارت دنیا کا واحد ملک ہے جو دو ایٹمی طاقتوں کے درمیان دبا ہوا ہے (ص ۴۸)۔
- بھارت نے عظیم تر قومی مفاد میں' عدم توازن دور کرنے اور امکانی خطرناک خلا

کو پر کرنے کے لیے بروقت کارروائی کی ہے۔ ایک زیادہ طاقت ور بھارت، خلیج کے تیل سے مالا مال ملکوں اور جنوب مشرقی ایشیا کے تیزی سے صنعتی بننے والے ممالک کے درمیان رابطہ اور توازن پیدا کرنے میں معاون ہو گا (ص ۴۸)۔

- بھارت اس ایٹمی حقیقت کو سامنے لے آیا ہے جو کم سے کم گیارہ برس سے خفیہ تھی (ص ۴۹)۔
- بھارت کے محرکات سلامتی سے متعلق ہیں۔ تجربات نے ٹکنالوجی کے اس دائرے کا احاطہ کیا جو ایک قابل اعتبار سدجارحیت بنانے کے لیے ضروری ہیں (ص ۴۹)۔
- بھارت کی ایٹمی پالیسی برداشت اور وسعت سے عبارت رہی ہے۔ برداشت بہرحال طاقت اور مضبوطی سے پیدا ہوتی ہے۔ برداشت اسی وقت جائز ہے جب یہ شبہات دور کرے اور ٹھیک یہی وہ کام ہے جو بھارت کے ایٹمی تجربات سے انجام پایا۔ یہ وہ کم سے کم بات ہے جو ملک کی قومی سلامتی کے نظام کے ناگزیر حصے کے طور پر مطلوب تھی (ص ۵۱)۔
- بھارت نے مئی میں جو کچھ کیا وہ یہ واضح کرنے کے لیے تھا کہ قومی سلامتی کے دہرے معیار' ایک جوہری سدجارحیت پر مبنی اور ایک اس سے باہر' برقرار رکھنا ناممکن ہے۔ بھارت خطرناک پڑوس میں رہتا ہے۔ یہ فرض کرنا بہت بڑی غلطی ہو گا کہ نئی عالم گیریت کی وکالت کرنے سے قومی سلامتی کے تقاضے عالم گیر رجحانات کے تابع ہو جاتے ہیں۔ ۲۱ویں صدی رجحانات کی صدی نہیں ہو گی۔ دنیا کو ابھی سابقہ صدیوں کے نامکمل ایجنڈے کو پورا کرنا ہے۔

بھارت کی قیادت نے واضح کر دیا ہے کہ

۱- بھارت ایٹمی اسلحے سے لیس ایک ملک ہے اور وہ ہر قیمت پر اس قوت کو باقی رکھے گا اور ترقی دے گا' تاکہ وہ بھارت ہی نہیں خلیج سے جنوبی ایشیا تک اپنی بالادستی قائم رکھ سکے۔

۲- فی الحال اسے مزید تجربات کی ضرورت نہیں لیکن اگر اس کی ضرورت ہوئی تو وہ

اپنے اختیار کو محدود کرنے کو تیار نہیں۔

۳۔ کم سے کم سد جارحیت کے معنی صرف صلاحیت نہیں بلکہ اسلحہ اور اس کے استعمال کا موثر انتظام ہے۔ بھارت کے انسٹی ٹیوٹ آف ڈیفنس اسٹڈیز اینڈ انالی سس کے ڈائرکٹر جسیت سنگھ (Jasit Singh) نے صاف لفظوں میں کہا ہے:

سد جارحیت کی تعریف ایٹمی اسلحے کی ایسی قابل اعتبار صلاحیت سے کی جا سکتی ہے جس پر کوئی ملک سیاسی اور سفارتی مقاصد کے لیے انحصار کر سکے' اور اس قابل ہو کہ متعین نظام الاوقات کے تحت ایٹمی اسلحہ نصب کر سکے اور قومی مقاصد کے لیے اسے عملاً موثر طور پر استعمال کر سکے۔ (دی نیوز' ۱۵ نومبر ۹۸' ص ۷)

اس بات کو اٹل بہاری واجپائی نے بھارتی پارلیمنٹ میں ۶/ اگست 1998 کو بیان کیا ہے اور کم سے کم سد جارحیت کو عملاً "ایٹمی جنگ لڑنے کی کم سے کم صلاحیت" کہا ہے۔ بھارت کے ایک اور دفاعی ماہر اشوک مہتا نے کہا ہے: جوہری سد جارحیت کو تقریباً ۲۴ گھنٹوں کے اندر' دوسری دفعہ اسلحہ تیار کرنے' نصب کرنے' نشانہ پر لگانے اور اس طرح ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کے قابل ہونا چاہیے۔

اس نظریاتی نقشے میں صرف اتنا اضافہ اور کر لیں کہ بھارت کے پاس اس وقت ۸۰ سے ۱۰۰ ایٹم بم تیار شکل میں ہیں' ۲۰۰ بموں کی تیاری کا سامان اور ترسیل کا نظام موجود ہے۔ اس نے یورینیم اور پلوٹونیم دونوں پر مبنی ہتھیار تیار کر لیے ہیں۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے صرف ایٹمی دھماکہ ہی نہیں کیا بلکہ حرمرکزائی (thermo nuclear) تجربہ بھی کر لیا ہے جو ہائی ڈروجن بم کی استعداد دیتا ہے اور ایٹم بم سے کئی سو گنا تباہ کاری کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے پاس پلوٹونیم (Pu^{239}) کا بھی وافر ذخیرہ ہے اور ٹر ٹیشیم بھی جو تھرمو نیوکلیر ڈیوائس میں instant booster کا کام انجام دیتا ہے۔ بھارت کے پاس زمینی میدان میں دفاعی وسعت اور مضبوطی (strategic depth) موجود ہے لیکن اس کے باوجود اس نے روس سے ایٹمی آب دوز حاصل کی ہیں اور خود بنانے میں مصروف ہے۔ اس طرح اس کے پاس بار بار حملے (second strike) کی صلاحیت موجود ہے۔

ایسے مدمقابل کو قابو میں رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے پاس صرف مساوی

نہیں مقابلے کی صلاحیت موجود ہو۔ اس پہلو سے جو ذخیرہ ہمارے پاس ہے وہ ناکافی ہے۔ نیز ہم نے جو تجربات کیے ہیں وہ اپنی ساری کامیابی اور اثر انگیزی کے باوجود کافی نہیں۔ مقابلے کی قوت کو برقرار رکھنے اور نئی ٹکنالوجی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جوہری تجربوں کا دروازہ کھلا رکھنا ضروری ہے۔ ہم ملک اور ملک کے باہر چوٹی کے نیوکلیر سائنس دانوں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ کہنے کی جسارت کریں گے کہ گو یورینیم (U^{235}) کی افزونی کے عمل کے لیے ہمیں کسی تجربے کی ضرورت نہیں لیکن پلوٹونیم (Pu^{239}) کے تجربے کے لیے یہ عمل ضروری ہو گا اور محض کمپیوٹر یا cold testing سے قابل اعتماد نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ تھرمونیوکلیر ڈیوائس کے لیے اس کی ضرورت ہو گی۔ نیز ہتھیار سازی (weaponization) اور خصوصیت سے تصغیر (miniaturization) کے لیے اور اس عمل کو بھی ایسی صورتیں دینے میں جن میں تابکاری (radiation) کم سے کم ہو' انسانی نقصان کو محدود ترین رکھا جائے اور ہدف کو زیادہ تیقن اور صحت (precision) کے ساتھ نشانہ بنانے کے لیے بھی عملی تجربہ (hot test) ضروری ہے۔ کہوٹہ کو شاید عملی تجربات کی جلد ضرورت نہ ہو لیکن خوشاب کے آگے کے مراحل کے لیے تو یہ ازبس ضروری ہیں۔ اس طرح tactical low yield ڈیوائس کی تیاری میں تجربات کی بڑی اہمیت ہے۔ ٹرٹیشیم کی جوہری صلاحیت کا حصول بھی ضروری ہے جہاں ہم ابھی دشمن سے بہت پیچھے ہیں۔ ان حالات کی روشنی میں جو حضرات یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ آج کی صلاحیت کی بنیاد پر دشمن کی صلاحیتوں کی تحدید کو یقینی بنائے بغیر مستقبل کے تمام خطرات کا بھی مقابلہ کیا جا سکتا ہے' وہ ایک ایسی بات کہہ رہے ہیں جس کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں۔ خدا پر بھروسہ اپنی جگہ' لیکن جس محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا پر توکل کا حکم دیا ہے اسی نے اپنے اونٹ کو باندھ کر رکھنے کی ہدایت بھی دی ہے۔ "اونٹ باندھنے" کا تقاضا ہے کہ ہم بھارت کو پابند کیے بغیر اور متنازع مسائل خصوصیت سے کشمیر کے مسئلے کے حل پر عملی پروگرام طے کیے بغیر اپنے ہاتھ نہ باندھ لیں۔

اس سلسلے میں ایک بات کمپیوٹر تجربات کی بھی کہی جا رہی ہے جو بنیادی طور پر صحیح ہے لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ اور مغربی اقوام نے ہمیں اعلیٰ استعداد کے کمپیوٹر اور

کثیر المقاصد ٹکنالوجی سے محروم کیا ہوا ہے۔ بھارت کے پاس سوپر کمپیوٹر ہیں اور وہ اس سلسلے کی دوسری ترقی یافتہ ٹکنالوجی حاصل کر چکا ہے اور مزید کر رہا ہے جبکہ ہم اس میدان میں خاصے پیچھے ہیں۔ روس اور خصوصیت سے امریکہ کے پاس جو صلاحیت ہے اس کی بنا پر یہ دونوں اپنے ایک ایک ہزار عملی تجربات سے حاصل شدہ نتائج کی روشنی میں نیا تجربہ کیے بغیر بھی نیوکلیر استعداد کو جدید ترین معیار کر سکتے ہیں اور سی ٹی بی ٹی میں اس کی گنجائش رکھی گئی ہے لیکن جب تک ہمیں یہ ٹکنالوجی حاصل نہ ہو، ہم تجربات کے بغیر کیسے مقابلے کی صلاحیت پیدا کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں اس صلاحیت کو حاصل کرنے اور ضرورت کے مطابق ترقی دینے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں (i) سوپر کمپیوٹر (ii) zero yield کا Fast data acquisition system (iii) non- nuclear testing equipment simulations (vi) High Energy flash x-ray (v) Linear Escalators (iv) کے لیے سوفٹ ویر اور ڈیٹا سیٹ حاصل ہوں۔ مغربی اقوام نے جدید ٹکنالوجی پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے اور ٹکنالوجی منتقل کرنے کی تمام طفل تسلیوں کے باوجود جو راہیں ہم پر بند کر رکھی ہیں، بشمول ہمارے سائنس دانوں اور اعلیٰ درجے کے طالب علموں کے لیے مغربی درس گاہوں اور لیبارٹریوں کے دروازوں کو بند کرنے کے، وہ کھولیں۔ اس کے بغیر نیوکلیر امتیاز (apartheid) کا جو ظالمانہ اور استبدادی نظام قائم کیا گیا ہے وہ انسانیت کو مستقل طور پر دو طبقوں میں بانٹے رکھے گا۔۔۔۔ ایٹمی قوت سے آراستہ، بالادست اور غالب اقوام اور ایٹمی صلاحیت سے محروم ان کے باج گزار ممالک۔ کیا پاکستان اور امت مسلمہ اس ذلت کے مقام کو قبول کرنے کو تیار ہے؟ اور کیا یہ ہمارے ایمان، خیر امت اور شہداء علی الناس کے مقام سے کوئی بھی مناسبت رکھتا ہے؟

جو دانش ور یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا کوئی اثر ہماری نیوکلیر استعداد پر نہیں پڑے گا ان کی خدمت میں بہ ادب گزارش ہے کہ پاکستان کا مقابلہ تو بھارت سے ہے، جو روایتی اور نیوکلیر دونوں میدانوں میں ہم سے کئی گنا زیادہ صلاحیت رکھتا ہے، البتہ ہم نے کسی نہ کسی طرح ایک سد جارحیت صلاحیت بنا رکھی ہے۔

خصوصیت سے نیوکلیر تجربات کے بعد ہماری پوزیشن کچھ بہتر ہوئی ہے اور اسی مناسبت سے جنگ کا خطرہ کم ہوا ہے۔ اس صلاحیت کو مستقبل میں باقی رکھنا اور ضرورت کی حد تک بڑھانا ضروری ہے۔ یہ دانش ور اس کم سے کم اور بنیادی ضرورت تک کو لائق اعتنا نہیں سمجھتے۔ اس کے برعکس صرف بھارت ہی نہیں' امریکہ جو واحد عالمی طاقت ہے' جس کے پاس روس اور چین دونوں سے کئی گنا زیادہ روایتی اور ایٹمی صلاحیت کار موجود ہے جس نے ۱۰۴۵ جوہری ٹیسٹ عملاً کیے ہیں اور سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے باوجود پچھلے سال چار ٹیسٹ sub-critical حدود کے اندر کرچکا ہے اور مزید sub-critical test کولڈ ٹیسٹ اور کمپیوٹر ٹیسٹ کا حق رکھتا ہے۔ اس کے چوٹی کے سائنس دانوں میں سے ایک نمایاں گروہ ایسا ہے جو امریکہ کو سی ٹی بی ٹی کی توثیق سے منع کر رہا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اپنی تمام تر موجودہ برتری کے باوجود مستقبل میں سلامتی اور عالمی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے امریکہ کو حقیقی تجربات (hot tests) پر پابندی قبول نہیں کرنا چاہیے۔ امریکی صدر نے اس معاہدے پر ضرور دستخط کر دیے ہیں مگر ایوان نمائندگان کی خارجہ امور کی کمیٹی نے تو اس پر ابھی غور بھی شروع نہیں کیا ہے اور اس کے سربراہ نے اس معاہدے کی مخالفت کی ہے۔ سینٹ کی کمیٹی اس پر برابر غور کر رہی ہے۔ اس کمیٹی کے سامنے جان ہولم (John Holum) جو امریکہ کی Arms Control & Disarasmament Agency کا ڈائرکٹر ہے' سپورگین کینی (Spurgeon Keeny) جو آرمز کنٹرول ایسوسی ایشن کا سربراہ ہے اور ڈاکٹر کیتھلین بے لی (Dr. Kathlean Baily) جو تین اہم ایٹمی تحقیقی مراکز میں سے ایک Lawrence Livermore Natural Laboratory کی سربراہ ہے کی شہادت بڑی اہم اور چشم کشا ہے۔ صرف چند اقتباسات اپنے ملک کے دانش وروں اور قیادت کے غور و فکر کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

ڈائرکٹر ہولم کا کہنا ہے کہ اس معاہدے کا مقصد دنیا کی' خصوصیت سے ایٹمی اسلحہ سے لیس ممالک کی اسلحہ سازی کی صلاحیت کو موجودہ مقام پر منجمد کرنا ہے۔

ایٹمی دھماکے کرنے کی صلاحیت سے محرومی کے بعد' ایٹمی طاقتیں اسلحے کی تیاری کی حالیہ سطح پر موثر طور پر منجمد ہو جائیں گی (سی ٹی بی ٹی پر سینٹ کی کارروائی'

۱۸ مارچ' ۱۹۹۸)۔
موجودہ صورت حال میں امریکہ اس انجماد سے بہترین مفادات حاصل کرنے کی پوزیشن میں ہے۔
بلاشبہ سی ٹی بی ٹی دنیا بھر میں ایٹمی تجربات کی نگرانی (monitor) کرنے کے ہمارے ذرائع کو مضبوط کرے گی۔ ہماری ایٹمی تجربات مانیٹر کرنے کی صلاحیت کو بہتر کرے گی۔ سی ٹی بی ٹی' ایٹمی تجربات مانیٹر کرنے کے موجودہ قومی ذرائع کو' ان اضافی آلات اور ڈیٹا (tools & data) کی مدد سے' جو اب تک امریکہ کو حاصل نہ تھے' بڑھا دے گی۔
سی ٹی بی ٹی سے ہم محفوظ اور قابل اعتبار سد جارحیت برقرار رکھ سکیں گے۔
اپنے ایٹمی اسلحے کے ذخائر کے تحفظ اور قابل اعتبار ہونے کے اعلیٰ معیار کو یقینی بنانے کے لیے ذخائر کا اسٹیورڈ شپ پروگرام (Stockpiles Stewardship Programme) پہلی لازمی ضرورت ہے۔ اس طرح یہ امر یقینی ہو گا کہ امریکہ سی ٹی بی ٹی معاہدے میں آزمائے ہوئے اور اچھی طرح تجربہ کیے ہوئے اسلحے کے ساتھ داخل ہو گا۔
اس لیے موصوف کی نگاہ میں امریکہ کو مزید ٹیسٹ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ باقی دنیا کو ایسے شکنجے میں کسنے کی ضرورت ہے جو امریکی بالادستی کو دائمی بنا دے۔
دنیا کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ کسی ایک آلے (tool) کے لیے امریکی قیادت کی ہے جس سے ہم ایٹمی خطرات کو قابو میں رکھ سکیں۔
جن ممالک کے پاس ایٹمی اسلحہ کا ذخیرہ نہیں ہے وہ ٹیسٹ کے بغیر اعلیٰ صلاحیت کے ہتھیار نہیں بنا سکیں گے۔ اس کے بارے میں ہولم کہتا ہے:
تجربات کے بغیر ایک سادہ انشقاقی ترکیب (fission device) تیار کرنا ممکن ہے۔ یقیناً یہ کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ایک زیادہ طاقت ور (boosted) اسلحہ تیار کرنا' یا آزمانا جو سائز میں چھوٹا ہو اور نشانوں پر ان طریقوں سے پہنچایا جا سکے جو میں نے بیان کیے ہیں' زیادہ مشکل ہو گا۔ میرا خیال ہے ماہرین کہیں گے کہ بغیر تجربات

کے یہ ایک تقریباً ناممکن کام ہو گا۔ اسی طرح دو مرحلوں کی ڈیوائس یا تھرمونیوکلیر ڈیوائس تیار کرنے کی قابلیت کا چیلنج ان ممالک کی پہنچ سے باہر ہو گا جو تجربات نہیں کر رہے ہیں۔

کمپیوٹر ٹیسٹ کے بارے میں ہولم کی گواہی ہے کہ چین اور روس کے پاس جو سوپر کمپیوٹر ہیں وہ ۲۰۰۰ اور ۷۰۰۰ mamtox (ph) یعنی million theoretical operations per second صلاحیت کے ہیں جبکہ امریکہ 100,000 mamtox (ph) کی صلاحیت کے کمپیوٹر رکھتا ہے جو Stockpile Stewardship Programme کا حصہ ہے۔

اس صلاحیت اور مستقبل کی تیاری کے علی الرغم ڈاکٹر کیتھلین بے لی کی پرزور سفارش ہے کہ امریکہ سی ٹی بی ٹی کی توثیق نہ کرے اس لیے کہ اس سے امریکہ کے لیے مستقبل میں اپنی بالادستی کو قائم رکھنے اور سلامتی کی مکمل حفاظت مشکل ہو گی۔

مجھے اپنی آخری بات سے آغاز کرنے دیجیے اور وہ یہ کہ سی ٹی بی ٹی نفع نقصان کی میزان پر پورا نہیں اترتا۔ متعین طور پر' یہ عدم پھیلاؤ کے ان مقاصد کو پورا نہیں کرتا جو اس کے لیے حکومت نے طے کیے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ امریکہ کی سدجارحیت کی صلاحیت کو کم تر کر دے گا اور اسی طرح قومی سلامتی کے حوالے سے یہ بھاری قیمت ہو گی۔ (سینٹ کی سی ٹی بی ٹی سب کمیٹی کی کارروائی' ڈاکٹر بیلی کا بیان' ۳۱ اگست ۹۸)

سی ٹی بی ٹی تخفیف اسلحہ کی طرف ایک قدم نہیں ہے۔ ایٹمی اسلحہ رکھنے والی طاقتیں کسی بھی طرح اپنی جوہری سدجارحیت ترک نہیں کر رہی ہیں بلکہ ایسے اقدامات کر رہی ہیں کہ تجربات پر پابندی کے باوجود ذخائر کا محفوظ' قابل اعتبار اور قابل استعمال ہونا یقینی ہو۔ امریکہ کے ذخائر کا اسٹیوارڈشپ پروگرام جوہری فرسودگی (erosion) کو روکنے کے لیے ہے۔ این پی ٹی میں تخفیف اسلحہ کے وعدوں کے باوجود' جوہری سدجارحیت پر ایٹمی طاقتوں کا انحصار عدم پھیلاؤ کے معاہدے کے لیے سب سے بڑے خطرے کا سبب ہے۔

ڈاکٹر کیتھلین یہ بھی کہتی ہیں کہ ایک کلوٹن سے کم ٹیسٹ کو اس معاہدے کے تحت

مانیٹر کرنا ممکن نہیں ہو گا اور اس طرح ٹیسٹ بھی جاری رہیں گے' نیز جس طریقہ کار کو de complying کہا جاتا ہے اس کے ذریعے ڈیوائس کی قوت کو ۷۰ گنا کم کیا جا سکتا ہے یعنی ۱۰ کلوٹن کے تجربے کو ۱۴ا کلوٹن بنایا جا سکتا ہے۔ یہ سب ٹکنالوجی کا کھیل ہے اور اس طرح امریکہ اپنے ٹیسٹ جاری رکھ سکے گا۔ اس نے اس طریق کار پر سالٹ ڈوم (Salt Domm) پر ۳ر دسمبر ۱۹۹۶ کو عملاً ٹیسٹ کیے ہیں۔ ڈاکٹر کیتھلین کی رائے ہے کہ امریکہ کو اس معاہدے کی توثیق نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ

سی ٹی بی ٹی کی توثیق' امریکہ کی اپنی نیوکلیر طاقت کو جدید کرنے کے امکانات کو ختم کردے گی۔

کمپیوٹر کی ساری صلاحیت کے اعتراف کے باوجود ڈاکٹر کیتھلین کا یہی خیال ہے کہ

ظاہری حقیقت اصل حقیقت کی جگہ نہیں لے سکتی۔

مستقبل کے خطرات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر کیتھلین کہتی ہے:

ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ ایٹمی دھماکے کے بارے میں لچک دار رویہ برقرار رکھیں۔ نئے خطرات' مثلاً کیمیائی یا حیاتیاتی' ہو سکتے ہیں۔ اگر ہمیں ایسے ایٹمی اسلحے کی ضرورت ہو جو کسی خاص مورچے میں موجود حیاتیاتی ایجنٹ کو تباہ و برباد کر دے' تو کیا ہو گا۔ ہم یہ روایتی طریقے سے نہیں کر سکتے' جوہری طریقے سے کر سکتے ہی۔ اگر ہمیں ضرورت کے مطابق چھوٹا ایٹمی اسلحہ درکار ہو جو یہ کام کر سکے تو کیا ہو گا۔ ہم تحفظ کے لیے نئے اقدامات دریافت کر سکتے ہیں۔ ہمیں نئے ڈیزائن پر کام کرنا ہو گا۔ علاوہ ازیں ہمارے ایٹمی اسلحے اور سد جارحیت کے خلاف دفاع کے لیے روس اور چین کی نئی ٹکنالوجی ہمیں اپنے اسلحے کو نئے انداز سے تیار کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ ہمیں لچک برقرار رکھنا ہو گی تاکہ ہم یہ کر سکیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں ایک خاص سطح پر تجربات کرنے کی ضرورت مسلسل رہے گی' اپنے ذخائر کی اسٹیوارڈ شپ پروگرام میں تعاون کرنے کے لیے ہی نہیں' ذخائر کی اسٹیوارڈ شپ کی درجہ بندی کرنے کے لیے بھی۔

یہ ہے امریکہ کے سائنس دانوں کا مشورہ' امریکہ کے اس ایٹمی ذخیرے کی موجودگی میں جو دنیا کو پندرہ سے بیس بار تباہ کر سکتا ہے۔ اور ہم بھارت کے روز افزوں عزائم کے

باوجود سمجھتے ہیں کہ ہم نے مستقبل کے تمام خطرات کی پیش بندی کر لی ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار۔**

دفاعی سلامتی کے ساتھ ساتھ معاشی سلامتی بھی ضروری ہے اور دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہم معاشی حالات کے بے لاگ تجزیہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہماری موجودہ معاشی مشکلات کی وجہ وہ پابندیاں (sanctions) نہیں ہیں جو ایٹمی تجربات کے بعد لگائی گئی ہیں بلکہ وہ غلط معاشی پالیسیاں ہیں جن کے نتیجے میں معاشی ترقی کی رفتار گر گئی ہے۔ بچت کی سطح ایک مدت سے غیر تسلی بخش ہی نہیں برابر روبہ زوال ہے۔ سرمایہ کاری کی رفتار بھی گر رہی ہے اور علاقے کے دوسرے ترقی پذیر ممالک کے مقابلے میں بھی پست ہے' قرضوں کا بوجھ بڑھ رہا ہے اور قرضوں اور سرمایہ کی حقیقی پیدا آوری برابر گر رہی ہے۔ افراط زر کا عفریت دندناتا پھر رہا ہے۔ بے روزگاری بڑھ رہی ہے' کالی معیشت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے' بنکوں کے قرضوں کی ادائیگی اتنی غیر تسلی بخش ہے کہ اب ڈیفالٹ کا تناسب کل بنک کے قرضوں میں ۴۰ فی صد تک جا پہنچا ہے۔ یہ کیفیت ایک واضح مستقل رویے کی صورت میں کم از کم گذشتہ ۱۵ سال سے موجود ہے۔

ان حالات میں محض پابندیوں کو دوش دینا اور مزید قرض حاصل کرنے کے مہلک راستے پر بگ ٹٹ دوڑنا معاشی اعتبار سے تباہ کن اور قومی سلامتی کے لیے شدید خطرات کا حامل ہے۔ ہم معاشی بحران اور اس کے حل پر آیندہ گفتگو کریں گے' البتہ اس وقت جس بات کو پوری قوت سے کہنا چاہتے ہیں وہ قومی سلامتی کے لیے پالیسی سازی میں دفاعی اور معاشی سلامتی کو مزید قرضوں کے حصول اور ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف سے مزید بھیک کی طلب اور خود معاشی اور عسکری پابندیوں سے غیر مربوط (delink) کرنا ہے۔ پابندیوں کا خطرہ مول لے کر ہم نے اپنے ایٹمی پروگرام کا آغاز کیا تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے ہنری کسنجر کی کھلی دھمکی کے باوجود اس کام کا آغاز کیا تھا۔ جنرل ضیاء الحق نے کارٹر کی عائد کردہ پابندیوں کو یکسر نظرانداز کر کے اس پروگرام کو جاری رکھا۔ غلام اسحاق خاں نے سارے دباؤ کے باوجود اس پروگرام پر آنچ نہ آنے دی۔ فوج' سائنس دان اور محب وطن سیاسی قوتوں نے اس پروگرام کی پشت پناہی کی اور اللہ کے فضل سے پاکستان کو پہلے مسلمان ملک

کی حیثیت سے ایک ایٹمی طاقت بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پابندیوں کے ہٹائے جانے کی قیمت پر اس پروگرام کو روک دینا یا رول بیک کرنا' ایک تاریخی جرم ہو گا جسے یہ قوم کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔

اصل مقصد سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں' ایٹمی پروگرام کو بتدریج ختم کرا کے پاکستان کے عالمی کردار کو مجروح کرنا ہے۔ معاشی مشکلات بجا لیکن معاشی مشکلات کے دباؤ میں ایٹمی محاذ پر گھٹنے ٹیک دینا قومی خودکشی کے مترادف ہو گا۔ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ اگر بنیادی معاشی حکمت عملی کو یکسر تبدیل نہ کیا جائے تو پابندیاں اٹھنے اور مزید قرضے حاصل ہونے سے معاشی حالات میں کوئی حقیقی فرق واقع نہیں ہو گا بلکہ ہم قرضوں کی اس دلدل میں اور بھی دھنستے چلے جائیں گے۔ اس وقت ہم چار سے پانچ ارب ڈالر کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ اگلے سال یہ ضرورت ۶ اور ۷ ارب ہو جائے گی اور تیسرے سال ۱۰ ارب پر پہنچے گی۔ بیرونی قرض کا جو بوجھ آج مل ملا کر ۴۵ سے ۵۰ بلین ہے وہ ۶۰ اور ۷۰ بلین کی خبر لائے گا اور آزادی' سلامتی اور عزت الگ خاک میں ملیں گے۔ راستہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جس کا حکیم الامت نے صاف لفظوں میں اظہار کر دیا تھا۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو' پرواز میں کوتاہی

اس لیے ہم حکومت کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ صدر کلنٹن سے ملاقات اور ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کی خوش اندازیوں کے طلسم میں نہ آئیں۔ دام ہم رنگ زمین کو کھلی آنکھوں سے دیکھیں اور وہ راستہ اختیار کریں جو آزادی' عزت اور قومی سلامتی کا ضامن ہو۔ قوم کو اپنی قیادت سے شکایت ہے کہ جب وہ ملک میں باتیں کرتے ہیں تو جرات اور بہادری اور خطرات سے کھیلنے کی باتیں کرتے ہیں اور جب امریکہ کی قیادت سے ملتے ہیں تو ریشہ خطمی ہو جاتے ہیں اور دہائی دیتے ہیں کہ حضور ہم تو وہی کرنا چاہتے ہیں جو آپ فرما رہے ہیں' البتہ بنیاد پرستوں کا ڈر ہے!

اب اس دوغلے پن کو ختم ہونا چاہیے۔ قوم کے عزائم اور توقعات کو ہی ہماری پالیسی ہونا چاہیے۔ مینڈیٹ کے نام پر من مانی کا کوئی جواز نہیں۔ مینڈیٹ اگر کوئی حاصل ہے تو وہ ان وعدوں کے فریم ورک میں ہے جو انتخابات کے موقع پر عوام سے کیے گئے تھے اور وہ

نیوکلیر اور دفاعی قوت کو بڑھاتے اور کوئی دباؤ قبول نہ کرنے کے تھے، گھٹنے ٹیک دینے کے نہیں۔ انتخابی تقاریر میں ہی نہیں، خود مسلم لیگ کے منشور میں صاف الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ:

پاکستان عالمی سطح پر اس وقت تنہا کھڑا ہے۔ قومی سلامتی اور نظریاتی تشخص کو آج جو خطرات درپیش ہیں، ماضی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پاکستان مسلم لیگ جو اس ملک کی بانی جماعت ہے ایک ایسی خارجہ پالیسی تشکیل دے گی جو قومی امنگوں کی ترجمان ہو گی اور مضبوط دفاع متحرک معیشت اور عوامی اعتماد جیسی خوبیوں سے متصف ہو گی۔
مسلم لیگ افواج پاکستان کی دفاعی صلاحیتوں میں اضافے کو ہر چیز پر فوقیت دے گی تا کہ پاکستان کی علاقائی سلامتی کو مضبوط بنایا جا سکے اور احساس تحفظ اور امن کے فروغ میں اپنا کردار ادا کیا جا سکے۔
مسلم لیگ پرامن مقاصد کے لیے ایٹمی پروگرام پر یقین رکھتی ہے اور ملک کی نیوکلیر صلاحیت پر کمی، یک طرفہ اور امتیازی پابندی کے یکسر خلاف ہے"۔ (منشور مسلم لیگ ۱۹۹۷)

پیپلز پارٹی نے بھی اپنے منشور میں وعدہ کیا تھا کہ:

فوری ضرورت کے لیے جدید ہتھیاروں کی خریداری جاری رکھیں گے اور مسلح افواج کو جدید اسلحہ سے لیس رکھیں گے۔ این پی ٹی پر یک طرفہ دستخط نہیں کریں گے۔ ایٹمی ٹکنالوجی پرامن مقاصد کے لیے ہو گی۔

صرف ۱۹۹۷ کے انتخاب ہی میں نہیں بلکہ ۱۹۸۵ کے بعد کے تمام انتخابات میں تمام ہی پارٹیوں نے ایٹمی صلاحیت پر سمجھوتہ نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اور یہی اصل قومی مینڈیٹ ہے۔

موجودہ حکومت نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں سی ٹی بی ٹی پر بحث کرائی اور اس بحث میں بھی یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ قوم سی ٹی بی ٹی پر کوئی سمجھوتہ کرنے کے حق میں نہیں۔ اس پس منظر میں وزیراعظم کے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے۔ وہ صاف کہہ دیں کہ ایٹمی صلاحیت کے مسئلے پر کوئی بات چیت نہیں ہو سکتی۔ معاشی پابندیاں ناجائز

اور ناروا ہیں۔ ان کے ہٹائے جانے پر بات ہو سکتی ہے لیکن ایٹمی صلاحیت پر کسی سمجھوتے اور سی ٹی بی ٹی اور اس سلسلے کے دوسرے معاہدات پر پاکستان کی سلامتی اور ملت اسلامیہ کے مفاد کے تحفظ کے بغیر کوئی گفتگو نہیں ہو سکتی۔

جن حدود میں بات چیت ہو سکتی ہے' وہ یہ ہیں:

۱۔ ایٹمی صلاحیت پر چند ملکوں کی مستقل اجارہ داری ناقابل قبول ہے۔ یا سب کو یہ حق حاصل ہو یا کسی کو بھی نہ ہو۔ اگر بڑی طاقتیں محض اپنی قوت کے سہارے یہ اجارہ داری قائم رکھنا چاہتی ہیں تو اس کا ردعمل ہو گا اور عملاً ہو رہا ہے۔ پاکستان اس ایٹمی امتیاز (apartheid) کو ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ اور اس سلسلہ میں یہ امت مسلمہ کو بھی بیدار اور منظم کرے گا۔

۲۔ ایٹمی صلاحیت کا مسئلہ معاشی پابندیوں سے فوری طور پر غیر مربوط کیا جائے۔ آزادانہ معاشی تعاون و تجارت اور سرمایہ کاری پر بات چیت ہو سکتی ہے لیکن ایٹمی صلاحیت کو ختم کرنے' سی ٹی بی ٹی' این پی ٹی' ایف ایم سی ٹی (Fission Material Cut off Treaty) اور ایم ٹی سی آر (Missile Technology Control Regime) کو قبول کرنے کی قیمت (Quid per quo) پر نہیں ہو گی۔

۳۔ پاکستان' بھارت کی طرح ایک ایٹمی ہتھیار والا ملک ہے اور دنیا کو یہ حقیقت کو تسلیم کرنا ہو گی۔ این پی ٹی میں ضروری ترمیم کے بغیر آگے کوئی بات چیت نہیں ہو سکتی۔ پاکستان کبھی بھی ایٹمی ہتھیار نہ رکھنے والے (Non-Nuclear Weapon) ملک کا مقام قبول نہیں کرے گا۔

۴۔ عالمی اور علاقائی سطح پر نیوکلیر تخفیف اسلحہ پر بات چیت اور اس کے نئے صحت مند نظام کو قائم کرنے کے لیے ہم تیار ہیں اور سب کو اس کے لیے کام کرنا چاہیے۔

۵۔ نمبر ۴ کا لازمی تقاضا ہے کہ جنوب ایشیا کے مسائل کا حل بھارت کے عزائم اور استطاعت اور پاکستان اور بھارت کے درمیان قابل قبول توازن قوت کی بنیاد پر کیا جائے۔ بھارت کے ساتھ ترجیحی سلوک ختم ہو اور جو مقام اور سہولتیں اسے دی جائیں وہی علاقے کی دوسری ایٹمی طاقت یعنی پاکستان کو حاصل ہونی چاہیے۔ اس میں سیکورٹی کونسل کی نشست سے لے کر ٹکنالوجی کی منتقلی اور دوسری مراعات یا انتظامات سب شامل ہیں۔ اسی طرح بھارت کے ساتھ جوہری مادہ کی افزونی' جوہری تجربات' میزائل کی تنصیب' جوہری اسلحہ اور اسلحہ کی تنصیب' ان تمام معاملات میں قابل لحاظ سدجارحیت کے اصول پر بات چیت ہو سکتی ہے' یک طرفہ پابندیاں قبول نہیں کی جا سکتیں۔ ان تمام امور میں بھارت سے موازنہ linkage فطری اور ناقابل

سمجھوتہ ہے۔ بھارت آیندہ جب بھی تجربہ کرتا ہے یا توازن قوت متاثر ہوتا ہے تو پاکستان کو بھی اختیار ہونا چاہیے کہ وہ توازن کو بحال کر سکے۔ البتہ اگر بھارت ان تمام معاہدات پر دستخط کر دیتا ہے اور پاکستان اور بھارت کے درمیان جو سب سے بنیادی اور کلیدی مسئلہ --- یعنی جموں و کشمیر کے عوام کا اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق اپنے مستقبل کا فیصلہ --- حل نہیں ہوتا' تو اس وقت تک پاکستان بھارت کے دستخطوں کے باوجود اس نیوکلیر نظام کی پابندی قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو۔

۶- اوپر نمبر ۵ کی روشنی میں فطری طور پر اس فریم ورک کا ایک اہم اور فیصلہ کن حصہ مسئلہ کشمیر کا منصفانہ حل ہے جو اقوام متحدہ کی قراردادوں اور جموں و کشمیر کے عوام کی آزادانہ مرضی کے مطابق ہو۔ باقی مسائل کے حل کے لیے اسے کلید کی حیثیت حاصل ہے اور اس کے لیے محض دو طرفہ مذاکرات کافی نہیں جن کے لاحاصل ہونے کا تجربہ پچاس سال سے ہم کر رہے ہیں اور جس کی تازہ ترین مثال اسی ماہ دہلی میں منعقد ہونے والے مذاکرات ہیں۔ عالمی طاقتوں اور اقوام متحدہ کو متحرک ہونا پڑے گا اور کشمیر کی تحریک مزاحمت کو وہی مقام دینا ہو گا جو آزادی کی ساری تحریکات کو دیا گیا ہے۔ خود انھیں شریک مذاکرات کرنا ہو گا اور ایک مقررہ مدت میں مسئلے کو حل کرنا ہو گا۔ اس کے بغیر علاقے میں امن کا قیام اور برصغیر کے وسائل کی معاشی اور انسانی ترقی کے لیے فراہمی ممکن نہیں۔ حقائق سے صرف نظر کر کے اور انصاف کے تقاضوں کو نظرانداز کر کے کبھی حقیقی امن قائم نہیں ہو سکتا۔

یہ ہے وہ چھ نکاتی فریم ورک جس میں برعظیم کے مسائل حل ہو سکتے ہیں' امریکہ اور بھارت سے بات چیت ہو سکتی ہے اور پوری پاکستانی قوم کی تائید سے علاقے کے تعمیر نو کے خطوط مرتب کیے جا سکتے ہیں۔ ان سے ہٹ کر کوئی راستہ نہ اس قوم کے لیے قابل قبول ہو گا اور نہ اس کے نتیجے میں مسائل کے حل کی طرف کوئی پیش رفت ممکن ہے۔ صدر کلنٹن سے ضرور ملیے لیکن پاکستانی قوم اور امت مسلمہ کے بہترین مفاد کے تحفظ کے لیے جرات اور سمجھ داری سے ایک مضبوط موقف اختیار کیجیے اور اس سے سرمو نہ ہٹیئے۔ قرضوں کے شکنجے کو توڑ دیجیے اور آزادی اور سلامتی کے تحفظ کے لیے ایٹمی صلاحیت پر کوئی آنچ نہ آنے دیجیے۔ عزت اور زندگی کا یہی راستہ ہے۔ اس سے ہٹ کر اگر کوئی کمزوری دکھائی گئی تو یہ باغیرت قوم اسے ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہیں کرے گی۔

(ترجمان القرآن دسمبر ۹۸ء)